تحقیق وتنقید

سیرت نبوی پر اندلسی تصنیفات

(۲)

ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی

حصہ دوم: اندلسی سیرت نگاری

(۱۴) اس حصہ کی ترتیب فاضل مقالہ نگار کے الفاظ میں یہ ہے: "اس جائزہ میں پہلے ہم سیرت نبوی کی جامع کتب پر نظر ڈالیں گے، پھر سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر لکھی جانے والی کتابوں کا مطالعہ کریں گے اور آخر میں متعلقات سیرت کا تجزیہ کریں گے۔"

قسم اول "سیرت نبوی کی جامع کتب" میں کتابوں کو نہ تاریخی طور پر مرتب کیا گیا ہے نہ ان کی اہمیت کے مطابق۔ بلکہ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی کتاب "معجم ما الّف عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" میں "السیرۃ النبویہ" (۱۰۱-۱۳۲) کے عنوان کے تحت جو کتابیں درج ہیں ان میں سے اندلسی تصنیفات کو الگ کر کے انہی کی الفبائی ترتیب کے مطابق اس مضمون میں شامل کر لیا گیا۔ یہ ترتیب المنجد کے لیے تو درست ہو سکتی ہے مگر اس مضمون کے لیے ہرگز موزوں نہ تھی۔ اس طرز ترتیب اور المنجد کی بیجا تقلید کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیرت نبوی کی جامع کتب میں اولیت کا شرف ایک ایسی کتاب کو مل گیا جو خود فاضل مقالہ نگار کے بیان کے مطابق ابن اسحاق کی سوانح پر ہے نہ کہ سیرت نبوی پر۔ ملاحظہ ہو (ص ۲۷)

"حروف تہجی کے اعتبار سے سیرت نبوی پر جو کتابیں نظم ونثر میں مفصل یا مختصر لکھی گئیں ان میں سے ایک احمد بن محمد بن مفرج الاشبیلی العشاب (م ۶۳۷ھ) کی اختصار اخبار محمد بن اسحاق جو برلن کے کتب خانہ میں بشکل مخطوطہ (۹۵۶۱) موجود ہے۔"

ا۔ کیا یہ ابن الرومیہ کی وہی کتاب نہیں ہے جس کے بارے میں ایک صفحہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ "سب سے اہم اخبار محمد بن اسحاق نامی کتاب ہے جو مشہور مولف سیرت کی

سوانح پیش کرتی ہے اور احمد بن محمد الاموی الاشبیلی (۶۳۷ھ - ۵۶۱ھ) کی تصنیف لطیف ہے"؟ اس عبارت میں جو تضاد ہے اسے ابھی ہم تنقیح ۱۲ میں واضح کر چکے ہیں۔ دونوں بیانات میں تھوڑا سا فرق ضرور ہے مگر قابل لحاظ نہیں۔ مصنف کے نام میں یہاں "مفرج" اور "القشاب" کا اضافہ ہے۔ اول وہلہ میں کسی کو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری شخصیت ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ مقالہ نگار جہاں جس ماخذ کی جانب رجوع کرتے ہیں وہاں اس کی تعبیر بجنسہ اختیار کر لیتے ہیں۔ پہلی جگہ الاحاطہ ماخذ تھا اور یہاں المنجد کی معجم۔ کتاب کے نام میں جو فرق ہے اس کا سبب بھی یہی ہے۔ الاحاطہ میں کتاب کا نام "اخبار محمد بن اسحاق" لکھا ہے۔ چنانچہ فاضل مقالہ نگار نے اپنے اجتہاد سے اس کا موضوع متعین کیا کہ یہ ابن اسحاق کی سوانح پر ہے۔ لیکن حصہ دوم کے لیے جب المنجد کی کتاب میں "السیرۃ النبویۃ" کا عنوان دیکھا تو اس کے تحت پہلی اندلسی کتاب سیرت "اختصار اخبار محمد بن اسحاق" نظر آئی۔ چنانچہ اس نام کے ساتھ اسے اس حصہ میں شامل کر لیا۔ اور غالباً المنجد ہی سے متاثر ہو کر ایک صفحہ قبل بھی اس کتاب کو کتب سیرت میں شمار کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ابن اسحاق کی سیرت پر ہے!

۲۔ حافظ ابن الردمیہ کے حالات میں الاحاطہ کے سوا راقم سطور کو اپنے محدود مراجع میں اس کتاب کا نام کہیں نظر نہیں آیا۔ الاحاطہ میں کتاب کے نام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحاق کے حالات پر ہوگی جیسا کہ فاضل مقالہ نگار نے لکھا ہے۔ البتہ "اختصار اخبار محمد بن اسحاق" کے نام میں اس کا بھی امکان ہے کہ یہ کتاب محمد بن اسحاق کی سیرت نبویہ کی تلخیص ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن اسحاق کی مختصر سوانح ہو اور کتاب کا اصل نام یہی ہو البتہ الاحاطہ میں "اختصار" کے لفظ کو اختصار کی غرض سے حذف کر دیا گیا ہو۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ دو کتابیں ہوں ایک "اخبار محمد بن اسحاق" دوسری اس کا اختصار۔ لیکن ان امکانات پر غور کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ جب کتاب کا نسخہ برلن میں موجود ہے اور اس کا نمبر ۹۵۶۱ معلوم ہے تو صلاح الدین المنجد کے واسطہ کی کیا حاجت ہے؟ براہ راست برلن کی فہرست ہی کیوں نہ دیکھ لی جائے جو المنجد کا ماخذ ہے لیکن اس سے قبل بروکلمان اور سزکین سے بھی رجوع کر لیتے ہیں جن کے سامنے برلن کی فہرست رہی ہے۔

کتاب مذکور خواہ سیرت ابن اسحاق کا اختصار ہو یا ابن اسحاق کی مختصر سوانح دونوں صورتوں میں اس کا حوالہ دینا بروکلمان کے لیے بھی ضروری تھا اور سزکین کے لیے بھی

مگر دونوں کتابیں اس کے حوالہ سے خالی ہیں! ملاحظہ ہو بروکلمان (عربی ترجمہ) ۳: ۱۰-۱۲، سزگین ۱/۲/ ۸۷-۹۱۔ ابن اسحاق پر مستشرقین نے جو مقالات لکھے ہیں سزگین نے ان کا بھی ذکر کیا ہے مگر اس کتاب کی جانب کوئی اشارہ تک نہیں اگر یہ کتاب برلین میں موجود تھی یا ہے تو مستشرقین کی اس سے بے خبری حیرت انگیز ہے خاص طور پر جبکہ آلورد W. Ahlwardt نے مخطوطات برلن کی فہرست میں اس کا تذکرہ بھی کر دیا ہو۔ فیوک J. Fuck جس نے ابن اسحاق پر مستقل کتاب لکھی، گیوم A. Guillaume جس نے سیرت ابن اسحاق کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس موضوع پر متعدد مقالات لکھے، ہوروفتس J. Horovits جس نے مغازی کی اولین کتابوں اور ان کے مصنفین پر تحقیق کی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ جنھوں نے ابن اسحاق کی اصل سیرت نبوی کے ان چند ٹکڑوں کو شائع کیا جو دوسری روایتوں سے ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ سارے محققین امام ابن الرومیہ کی اس کتاب کی اشاعت، اس سے استفادہ حتیٰ کہ اس کا نام لینے سے بھی اجتناب کریں۔ کیا یہ بات کسی طرح بھی قابل فہم ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ برلن میں اس نام کی کوئی کتاب سرے سے موجود نہیں۔ آلورد نے مخطوطات برلن کی فہرست میں اس طرح کا کوئی اشارہ نہیں دیا ہے۔ یہ سراسر ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی غلط فہمی ہے۔ موصوف نے اس کے "مخطوطۂ برلن" کا نمبر ۹۵۶۱ لکھا ہے۔ اول تو یہ نمبر غلط ہے۔ اس نمبر کے تحت سیرت ابن ہشام کا جزء خامس مذکور ہے (آلورد ۹: ۱۳۲) ابن الرومیہ کی کتاب جس نمبر کے ذیل میں درج ہے وہ ۹۵۶۷ ہے۔ یہ نمبر اصلاً احمد بن ابراہیم الواسطی کی تلخیص السیرۃ کے نسخہ کا ہے۔ کتاب مذکور سیرت ابن اسحاق کا اختصار ہے۔ آلورد نے اس کے مخطوطہ کے بارے میں معلومات درج کرنے کے بعد مزید فائدہ کی غرض سے دو اور کتابوں کے نام لکھے ہیں جن میں اس کے نزدیک سیرت ابن اسحاق کی تلخیص کی گئی ہے۔ ایک "ابراہیم بن محمد برہان الدین ابن المرحل" کی "الذخیرۃ فی مختصر السیرۃ" دوسری "احمد بن محمد بن مفرج الاشبیلی العشاب ابن الرومیۃ" کی یہی "اختصار اخبار محمد بن اسحاق" (آلورد ۹: ۱۴۷)

پہلی کتاب "الذخیرۃ" صاحب کشف الظنون کی نظر سے گذری تھی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ سیرت ابن اسحاق کا یہ انتخاب دوسری کتابوں سے اضافوں کے ساتھ اٹھارہ مجالس پر مرتب ہے اور سنہ ۶۱۱ھ میں تیار کیا گیا ہے۔ (کشف: ۸۲۵) اس کتاب کے سلسلہ میں آلورد کا ماخذ غالباً یہی کشف الظنون ہے۔

لیکن ابن الرومیۃ کی کتاب کا ذکر نہ کشف الظنون میں ہے نہ اس کے ذیل میں۔ افسوس ہے کہ آنورد نے کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ بہرحال قیاس یہی ہے کہ آنورد کو کسی کتاب میں ابن الرومیۃ کی کتاب "اختصار اخبار محمد بن اسحاق" کے نام سے نظر آئی اور "اخبار" سے اس نے ابن اسحاق کی کتاب السیرۃ سمجھا چنانچہ اس کتاب کو سیرت کی تلخیص کی حیثیت سے یہاں ذکر کیا۔

صلاح الدین المنجد نے جس طرح ابن الرومیہ کی اس کتاب کے بارے میں لکھ دیا کہ برلن میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ اسی طرح ابن المرحل کی "الذخیرہ" کے سلسلہ میں بھی یہ غلط اطلاع دی ہے (ص ۱۱۱) اس صفحہ پر اگر نمبر ۹۵۶۷ درست لکھا ہے تو دوسری غلطی یہ کی ہے کہ کشف الظنون اور فہرست آنورد میں جو تاریخ کتاب کی تصنیف کی تھی یعنی ۶۱۱ھ اسے مصنف کا سال وفات قرار دے دیا۔

(۱۵) ابن الرومیہ کی کتاب کے بعد سیرت کی جامع کتابوں میں دوسری کتاب کا تذکرہ اس طرح کیا ہے (ص ۲۷)

۱۔ "حافظ ابوعیسی یحیی بن عبداللہ اللیثی نے اختصار سیرۃ الرسول کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ (بغیۃ الملتمس اور فہرست ابن خیر)"

حصہ اول کا ایک ماخذ بغیۃ الملتمس بھی تھی مگر اس کی کتابوں میں لیثی کی اس کتاب کا کوئی ذکر فاضل مقالہ نگار نے نہیں کیا۔ البتہ فہرست ابن خیر کے مطالعہ میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

۲۔ "یہی حال ان کے مطالعۂ سیرت کی پانچویں کتاب ابوعیسی یحیی بن عبداللہ بن ابی عیسی (م ۳۶۷ھ) کی تالیف کتاب اختصار سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے" (ص ۱۹)

مصنف کتاب کا ذکر بھی حصہ اول میں ابن الفرضی کی کتاب کے ذیل میں یوں گذرا ہے:

۳۔ "قرطبہ کے ایک عظیم عالم یحیی بن عبداللہ اللیثی (م ۳۶۷ھ) نے جو عظیم ترین محدث یحیی بن یحیی لیثی کے پوتے تھے..." (ص ۲۳)

اس جگہ تاریخ وفات بھی لکھی ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا۔ یہ تو سابقہ حوالے تھے۔ اب ایک ہی صفحہ کے بعد قسم دوم "سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر لکھی جانے والی کتابوں" کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

۴۔ "ان کے علاوہ بھی کئی غیر معروف کتب سیرت کے حوالے فہارس و مراجع میں ملتے ہیں۔ ان میں سے بطور مثال یحییٰ بن عبداللہ بن ابی عیسیٰ اللیثی کی سیرت رسول اللہ کا کا حوالہ دیا جا سکتا ہے (بغیۃ الملتمس ۱۰۰ اور فہرست ابن خیر ۲۳۲)" (ص ۲۸)

ص ۲۷ پر بغیۃ الملتمس کا حوالہ بغیر صفحہ کے تھا۔ یہاں صفحہ بھی مذکور ہے۔ ص ۲۷ پر بھی بغیۃ اور فہرست ابن خیر کا حوالہ ہے اور یہاں بھی۔ دونوں مآخذ میں سیرت نبوی پر لیثی کی ایک ہی کتاب مذکور ہے جس کا نام ابن خیر نے "اختصار سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا ہے اور بغیہ میں صرف "سیرۃ رسول اللہ" ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے فہرست ابن خیر کا مطالعہ کیا تو ص۱۹ کی عبارت ۲ لکھی۔ عبارت ۱ معجم المنجد ص۱۰۲ سے ماخوذ ہے جہاں ابجد میں ترتیب کی بنا پر "اختصار اخبار محمد بن اسحاق" کے متصل بعد "اختصار سیرۃ الرسول" کے عنوان سے درج ہے اور حوالہ صرف فہرست ابن خیر ۲۳۲ کا ہے۔ عبارت ۴ معجم المنجد ص۱۱۵ سے ماخوذ ہے جہاں یہی کتاب "سیرۃ رسول اللہ" کے نام سے دوبارہ درج ہے اور حوالہ بغیۃ الملتمس ۱۰۰ اور فہرست ابن خیر ۲۳۲ کا ہے۔ المنجد نے دو جگہوں پر اس کا ذکر فہرست ابن خیر اور بغیہ میں نام کے اختلاف کی بنا پر کیا۔ ص۱۰۲ پر "اختصار...." کے لیے صرف فہرست کا حوالہ دیا تھا مگر ص۱۱۵ پر بغیہ سے "سیرۃ...." کا ذکر کرتے ہوئے انھیں یاد آیا کہ یہ وہی کتاب ہے جو فہرست میں مذکور ہے چنانچہ بغیہ کے ساتھ فہرست کا بھی حوالہ دیا۔ فاضل مقالہ نگار نے اس نکتہ پر غور نہیں کیا ایک طرف دونوں مراجع کا حوالہ بھی دیتے رہے اور دوسری طرف ایک کتاب کو دو کتابیں بھی فرض کیے رہے۔ بہر حال فاضل مقالہ نگار کی عبارتوں کو یکجا پڑھنے سے واضح ہے کہ:

۱۔ یہ دو کتابیں نہیں بلکہ ایک ہی کتاب ہے۔

۲۔ قسم اول "سیرت کی جامع کتب" میں ذکر کر دینے کے بعد قسم دوم "سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر لکھی جانے والی کتابوں" میں اس کا تذکرہ تکرار بھی ہے اور بے محل بھی۔

۳۔ سیرت نبوی کے اندلسی لٹریچر میں ایک مشہور مصنف کی یہ معروف کتاب ہے۔ خود مضمون نگار نے لکھا ہے کہ قرطبہ کے عظیم ترین محدث کے پوتے تھے۔ جہاں تک کتاب کا تعلق ہے تو پہلے حصہ میں فہرست ابن خیر سے اس کی روایت کا ذکر گذر چکا ہے۔ پھر

کس بنیاد پر اس کتاب کو "غیر معروف" کہا جاسکتا ہے؟

(۱۶) سیرت کی جامع کتب میں تیسرے نمبر پر جو کتاب مذکور ہے وہ حسب ذیل ہے:

"ایک اور اختصار مشہور صوفی طریقت امام محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) نے "اختصار السیرۃ النبویۃ" کے نام سے تحریر کیا تھا جس کا مخطوطہ دار الکتب مصریہ (۱۹۹۱ع) میں موجود ہے (تاریخ طلعت۔ یوسف الخالدی القدس، مجامیع ۱)"

یہ معلومات معجم المنجد (ص ۱۰۲) سے ماخوذ ہیں، "السیرۃ النبویہ" کے عنوان کے تحت اس معجم میں بھی تیسری کتاب یہی ہے۔

آگے "سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر" لکھی جانے والی کتابوں میں بھی ابن عربی ہی کی ایک کتاب کا تذکرہ یوں کیا ہے: "..... کے علاوہ شیخ ابن عربی کی نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفتہ فی خلقہ وخُلقہ وسیرتہ کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے"۔ (ص ۳۱)

یہاں اس کے مخطوطہ کا ذکر نہیں کیا۔ اصل ماخذ معجم المنجد (ص ۴۵) میں اس کے لیے ظاہریۃ ۱۶ ۹۲ کا حوالہ دیا ہے۔

یہ دو کتابیں نہیں جیسا کہ نام سے دھوکا ہوتا ہے۔ بلکہ ایک ہی کتاب ہے اور ظاہریہ کا نسخہ جو ۳۰ اوراق پر مشتمل ہے یوسف الخالدی کے مقدم الذکر نسخہ سے منقول ہے اس کی کتابت کی تاریخ ۱۳۲۶ھ ہے۔ ملاحظہ ہو: فہرست مخطوطات الظاہریہ تاریخ ۲ : ۵۳۹۔

المنجد کا ماخذ ظاہریہ کی ہی فہرست ہے مگر انھوں نے فہرست نگار کے توضیحی اندراجات کو نظر انداز کر کے دو جگہوں پر دو ناموں سے اس رسالہ کا ذکر کر دیا جس کی بنا پر ہمارے محترم دوست کو غلط فہمی ہوگئی۔

(۱۷) حروف تہجی کے اعتبار سے معجم المنجد میں "السیرۃ النبویۃ" کے عنوان کے تحت چوتھی اندلسی کتاب ابوذر خشنی کی "الاملاء المختصر فی شرح غریب السیرۃ" ہے (ص ۱۰۱) یہ کتاب چونکہ سیرت ابن ہشام کی شرح ہے اس لیے اس موقع پر فاضل مقالہ نگار نے ابن ہشام کی اندلسی شروح پھر ان شروح کے حواشی اور مختصرات و منظومات کا یکجا تذکرہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس بحث میں یہی وہ مقام ہے جہاں معجم المنجد کے ساتھ اور کبھی اسے نظر انداز کر کے فواد سزکین کی تاریخ التراث العربی سے استفادہ کیا ہے۔ مگر سزکین کی عبارت

پر غور نہ کرنے یا المنجد کی تقلید محض کے نتیجہ میں یہ تذکرہ بہت غیر منقح ہے، اور کثرت اغلاط کی بنا پر "ظلمات بعضها فوق بعض" کا مصداق ہو گیا ہے۔

۱۔ سیرت ابن ہشام کی دو شرحوں: "ابوذر مصعب بن محمد الخشنی (۶۰۴ھ/۱۲۰۷ء) کی الاملاء المختصر فی شرح غریب السیرۃ" اور سہیلی کی الروض الانف کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ان میں سے موخر الذکر کئی بار چھپ چکی ہے جبکہ اول الذکر کے ابھی تک مخطوطے پائے جاتے ہیں" (ص ۲۷)

گویا ابوذر خشنی کی کتاب ابھی تک شائع نہیں ہو سکی۔ اس بیان کی بنیاد یہ ہے کہ المنجد نے ص ۱۰۱ پر جہاں اس کتاب کو اس نام سے ذکر کیا ہے صرف اس کے مخطوطہ "راغب پاشا ۹۷۵" کا حوالہ دیا ہے اور اس کے مطبوعہ ہونے کی صراحت نہیں کی۔ اب آگے اسی سلسلۂ بیان کے آخر میں مقالہ نگار لکھتے ہیں: "یہاں یہ کہنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خشنی نے تفسیر غریب ابیات السیرۃ لابن ہشام کے نام سے اس کے اشعار کی بھی شرح کی تھی۔ اس کا ایک مخطوطہ ظاہریہ میں تفسیر ۱۲ کے نمبر سے محفوظ ہے۔ لیکن شرح غریب السیرۃ مصر سے ۱۳۲۹ھ میں شائع ہو چکی تھی" (ص ۲۸)

اس آخری بیان کی بنیاد یہ ہے کہ المنجد نے ص ۱۲۰ پر "شرح غریب السیرۃ" کے نام سے خشنی کی کتاب کا دوبارہ تذکرہ کیا اور یہاں تصریح کی کہ مطبعۃ ہندیہ مصر میں ۱۳۲۹ء میں مستشرق بولس برونلہ کی توجہ سے یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ ساتھ ہی مخطوطہ برلن ۹۵۶۳ اور ظاہریہ تفسیر ۱۲ کا حوالہ بھی دیا۔ معجم المنجد میں دو بار مذکور ہونے کے باوجود مقالہ نگار کو بجا طور پر یہ خیال آیا کہ یہ ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں اور یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ اب اگر انھوں نے پلٹ کر اپنے پہلے بیان کی اصلاح اسی جگہ کر لی ہوتی تو اس عجیب و غریب "لیکن" کی ضرورت پیش نہ آتی۔

۲۔ مندرجہ بالا عبارت میں مقالہ نگار نے خشنی کی ایک اور کتاب "تفسیر غریب ابیات السیرۃ لابن ہشام" کا بھی ذکر کیا ہے اور اس کے مخطوطہ ظاہریہ تفسیر ۱۲ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس معلومات کا ماخذ المنجد کی معجم کا ص ۱۰۵ ہے۔ مقالہ نگار نے المنجد کی کتاب میں ص ۱۲۰ پر شرح غریب السیرۃ کے حوالوں پر غور نہیں کیا کہ ان میں نسخۂ برلن کے ساتھ ظاہریہ کے اس نسخہ کا بھی ذکر ہے اسی طرح سزگین نے الاملاء المختصر کے نسخوں میں راغب ۹۷۵ کے ساتھ ظاہریہ کے اس نسخہ کا بھی حوالہ دیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ "تفسیر غریب ابیات السیرۃ" کوئی نئی کتاب نہیں بلکہ

الاملاء المختصر ہی کا تیسرا نام ہے۔ برلن (۹ : ۱۳۴) اور ظاہریہ (تاریخ ۱ : ۱۷) کی فہرستوں میں دونوں نسخوں کی ابتدا اور بعض مندرجات سے مطبوعہ کتاب کا مقابلہ کر لیجئے اس کی تصدیق ہو جائے گی۔ برونلہ کا ایڈیشن ہمارے سامنے ہے اس نے یہ کتاب "شرح السیرۃ النبویہ (روایۃ ابن ہشام)" کے نام سے شائع کی ہے۔ خشنی کی کتاب کا اصل نام بظاہر "الاملاء المختصر فی شرح غریب السیر" ہے۔ شرح غریب السیرۃ" اس کا اختصار ہے۔ کتاب کا بڑا حصہ سیرت ابن ہشام میں مذکور اشعار کی شرح پر مشتمل ہے۔ اس لیے "تفسیر غریب ابیات الاعشیٰ" جیسے عناوین کی کثرت ہے۔ اسی بنا پر غالباً کسی وراق نے اس کتاب کا نام "تفسیر غریب ابیات السیرۃ" رکھ دیا جو درست نہیں۔

(۱۸) اس کے بعد خشنی کی مذکورہ کتاب اور سہیلی کی الروض الانف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ان دونوں کتابوں کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کے اختصار لکھے گئے، ان کی شرح تیار کی گئیں اور ان کو منظوم بھی کیا گیا"۔ (ص ۲۷)

پھر الروض الانف کے ایک مختصر اور ایک تہذیب کا ذکر کرنے کے بعد خشنی کی کتاب کی تین شرحوں کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"ابوذر خشنی کی شرح کی منظوم شرح فتح بن موسیٰ مغربی اندلسی (م ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء) کے علاوہ ایک نامعلوم مصنف نے الوصول الی السول کے عنوان سے کی تھی جس کا ایک مخطوطہ قاہرہ میں پایا جاتا ہے۔ (۵/۲۰۶، نمبر ۳۸۰ وغیرہ) اسی طرح یوسف بن عبدالہادی (م ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء) نے المیرۃ فی حل مشکل السیرۃ کے عنوان سے اس کی ایک اور شرح لکھی تھی جس کا مخطوطہ ظاہریہ کے کتب خانہ میں موجود ہے (سیرہ ۵۳ کل اوراق = ۱۷۲)"

مقالہ نگار کی ان معلومات کا ماخذ سزکین کی تاریخ التراث العربی (ص ۱۰۹-۱۱۰) ہے اگرچہ اس کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ چونکہ سزکین نے مغربی کی شرح کے کسی مخطوطہ کا ذکر نہیں کیا ہے اس لیے مقالہ نگار بھی اس بارے میں خاموش ہیں۔ البتہ کحالہ کا حوالہ سزکین نے دیا تھا جسے انھوں نے لائق التفات نہ سمجھا۔ معلوم نہیں اس موقع پر انھوں نے معجم المنجد سے رجوع کیوں نہیں کیا حالانکہ اس سے مذکورہ بالا بیان کی بعض سخت غلطیاں بھی دور ہو جاتیں اور مغربی کی کتاب کے نسخوں کا بھی پتہ چل جاتا۔

ا۔ حقیقت یہ ہے کہ خشنی کی کتاب کا نہ کوئی اختصار لکھا گیا نہ اس کی کوئی شرح

تیار کی گئی نہ اس کو منظوم کیا گیا۔ مقالہ نگار کی غلط فہمی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انھوں نے سزکین کے سیاق پر غور نہیں کیا چنانچہ سزکین نے جن کتابوں کو سیرت ابن ہشام کی شروح کی حیثیت سے ذکر کیا ہے انھیں مقالہ نگار نے خشنی کی کتاب کی شرح سمجھ لیا۔

سزکین نے "شروح سیرۃ ابن ہشام" کے عنوان سے ا، ب، ج، د کے تحت سیرت کی چار شرحوں کا تذکرہ کیا ہے: (ا) الروض الانف (ب) الاملاء المختصر فی شرح غریب السیر اس کے بعد (ج) کے تحت سزکین کی عبارت (عربی ترجمہ) یہ ہے:

ونظمہ وشرحہ فتح بن موسیٰ المغربی (المتوفی سنۃ ۶۶۳ھ/۱۲۶۵م

انظر: معجم المؤلفین لکحالۃ ۸/۵۰)

"نظمہ" میں ضمیر غائب کا مرجع سیرت ابن ہشام ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اسے اوپر متصل (ب) کے تحت مذکور "الاملاء المختصر" سمجھ لیا اور فتح بن موسیٰ المغربی کو خشنی کی کتاب کا شارح ناظم قرار دیا۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر (د) کے تحت مذکور سیرت ابن ہشام کی چوتھی شرح "المیرۃ فی حل مشکل السیرۃ" کو بھی خشنی کی کتاب کی شرح لکھ دیا!

۲۔ مقالہ نگار نے مغربی کی کتاب کے لیے "منظوم شرح" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ سزکین کی عبارت "نظمہ وشرحہ" کا مفہوم انھوں نے یہی سمجھا ہے۔ لیکن سزکین نے اس کے بعد لکھا ہے:

"وفصل مؤلف مجهول الشرح المنظوم عن الشرح المنثور في كتاب بعنوان "الوصول إلى السؤل" ويوجد مخطوطا بالقاهرة..."

یعنی کسی نامعلوم مصنف نے الوصول الی السول کے نام سے ایک کتاب میں منظوم شرح کو منثور شرح سے علٰحدہ کر دیا ہے۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مغربی نے سیرت ابن ہشام کی دو شرحیں لکھی تھیں ایک منظوم دوسری منثور۔ یہ دعویٰ خود محتاج تحقیق ہے۔ مگر فاضل مقالہ نگار کی جو عبارت ہم نے اوپر نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو مصنفین نے منظوم شرح لکھی تھی۔ ایک مغربی نے دوسری ایک نامعلوم مصنف نے الوصول الی السول کے نام سے جس کا مخطوطہ قاہرہ میں موجود ہے۔ ظاہر ہے یہ بات سزکین کی عبارت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

اگر مقالہ نگار کے بیان میں اتنی ترمیم کر دی جائے کہ ابوذر خشنی کی کتاب کے بجائے

سیرت ابن ہشام اور "منظوم شرح" کے بجائے صرف منظوم کرنے کا ذکر ہو تو یہ بیان بروکلمان (عربی ترجمہ ۲: ۱۴۰) کے عین مطابق ہے۔ کیا انھوں نے بروکلمان اور سزکین کی عبارتوں کا موازنہ کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے؟ اس سلسلہ میں کچھ کہنا مشکل ہے اس لیے کہ انھوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

بہر حال سزکین اور بروکلمان کے بیانات سے دو سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ مغربی کی حیثیت کیا صرف ناظم سیرت کی ہے جیسا کہ بروکلمان نے لکھا ہے یا انھوں نے نظم اور نثر دونوں میں دو مستقل شرحیں لکھی تھیں جیسا کہ سزکین بیان کرتے ہیں؟

۲۔ الوصول الی السول کسی نامعلوم مصنف کا مستقل منظومۂ سیرت ہے جیسا کہ بروکلمان نے لکھا ہے یا وہ مغربی کی کتاب کی خدمت ہے جیسا کہ سزکین بیان کرتے ہیں یا اس کی نوعیت کچھ اور ہے؟

پہلے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ فتح بن موسیٰ مغربی کے سوانح نگاروں نے ان کا تذکرہ صرف ناظم کی حیثیت سے کیا ہے۔ سیرت ابن ہشام کے علاوہ انھوں نے زمخشری کی المفصل اور اشارات ابن سینا کو بھی نظم کیا تھا۔ فن عروض پر بھی ان کا ایک منظومہ تھا۔ خاص سیرت ابن ہشام کے منظومہ کے بارے میں جمال الدین اسنوی نے طبقات الشافعیہ (۲: ۴۵۳) میں لکھا ہے کہ "نظم السیرۃ لابن هشام فی اثنی عشر الف بیت"، یعنی بارہ ہزار اشعار میں سیرت ابن ہشام کو نظم کیا: نیز دیکھئے حسن المحاضرۃ ۱: ۲۱۶ م، بغیۃ الوعاۃ ۲: ۲۴۲، کشف الظنون ۲: ۱۰۱۲، ہدیۃ العارفین ۱: ۸۱۴۔ مذکورہ مآخذ میں سے کسی میں بھی سیرت ابن ہشام یا کسی اور کتاب کی شرح کا ذکر نہیں ملتا۔

دوسرے سوال کے جواب میں "الوصول الی السول فی نظم سیرۃ الرسول" کے سلسلہ میں درج ذیل بیانات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ زرکلی (الاعلام ۵: ۱۳۴) نے اس کتاب کو مغربی کی تصنیفات میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں سیرت ابن ہشام کو نظم کیا گیا ہے اور اس کی پہلی جلد کا نسخہ موجود ہے۔ اس جلد میں ۸۱۸۳ ابیات ہیں۔

۲۔ کحالہ نے معجم المؤلفین (۸: ۵۰) میں لکھا ہے کہ مغربی نے ابن ہشام کی سیرت نبویہ کو نظم کیا اور اس کا نام "الوصول الی السول فی نظم سیرۃ الرسول" رکھا۔

۴۔ المنجد نے اپنی معجم میں تین مقامات پر اس کا ذکر کیا اور ہر جگہ اسے مغربی کی تصنیف قرار دیا:
صـ۱۳۱ پر "السول فی نظم سیرۃ الرسول" کے نام سے دارالکتب میں اس کے ایک ٹکڑے کی موجودگی کا ذکر کیا ہے اور اس کا نمبر ۳۸۰ تاریخ لکھا ہے۔
صـ۱۳۱ پر "نظم سیرۃ ابن ہشام" لکھ کر اشارہ کیا ہے کہ الوصول الی السول دیکھئے۔
پھر صـ۱۳۲ پر "الوصول الی السول فی نظم سیرۃ الرسول لابن ہشام" کے نام سے ذکر کیا اور اس کے تین نسخوں کا حوالہ دیا۔ ایک دارالکتب میں ۱۲۷۰۰ (ب) دوسرا چیسٹر بٹی ۳۴۰۲ اور تیسرا اسکندریہ میں ۳۴۷۲ ج۔

اسکندریہ کے نسخہ کے بارے میں فہرست دیکھنے سے معلوم ہوا کہ المنجد کو غلط فہمی ہوئی۔ یہ ایک دوسری کتاب ہے جس میں ابن سید الناس کی عیون الاثر کو نظم کیا گیا ہے۔

قدماء میں سے کسی نے مغربی کی کتاب کا نام نہیں لکھا۔ الوصول الی السول کے نسخے اور دارالکتب اور چیسٹر بٹی کی مذکورہ فہارس ہمارے پیش نظر نہیں اس لیے اس باب میں کوئی قطعی بات کہنا مشکل ہے مگر ظن غالب یہی ہے کہ الوصول الی السول فی نظم سیرۃ الرسول کسی نامعلوم مصنف کی نہیں بلکہ مغربی کی تصنیف ہے جس میں انھوں نے سیرت ابن ہشام کو نظم کیا ہے۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے سزگین کی عبارت پر دوبارہ نظر ڈالتے ہیں۔ ان کے بیان کے ابتدائی حصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی نے سیرت ابن ہشام کو نظم بھی کیا تھا اور سیرت کی شرح بھی لکھی تھی۔ جبکہ اس کے بعد والی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی نے سیرت کی دو شرحیں لکھی تھیں۔ ایک منظوم دوسری منثور دونوں باتوں میں جو تضاد ہے وہ مخفی نہیں۔ اس کے بعد ایک عجیب بات یہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں شرحیں ایک ہی کتاب میں ساتھ ساتھ تھیں پھر کسی نامعلوم شخص نے شرح منثور سے شرح منظوم کو الگ کر دیا اور منظوم کا نام الوصول الی السول رکھا جس کا مخطوطہ قاہرہ میں موجود ہے۔

سزگین کی اصل کتاب ہمارے سامنے نہیں۔ گمان یہ ہے کہ اس عبارت کے تضاد اور جھول میں ترجمہ کی کوتاہی کا دخل ہے۔ سزگین غالبًا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مغربی نے سیرت ابن ہشام کو نظم کیا تھا اور اس منظومہ کی شرح بھی لکھی تھی۔ قاہرہ کے مخطوطہ میں صرف نظم موجود ہے۔ یہ بات معقول ہے۔ البتہ سزگین نے شروع میں کحالہ کی معجم المولفین کا حوالہ دیا ہے

حالانکہ کحالہ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مغربی نے سیرت کی شرح بھی لکھی تھی یا اپنے منظومہ کی شرح کی تھی۔ کحالہ کا بیان ہم اوپر نقل کر چکے ہیں کہ مغربی نے سیرت کو نظم کیا تھا اور منظومہ کا نام الوصول الی السول رکھا تھا۔ سزکین کے پیش نظر اگر کحالہ کی کتاب ہوتی تو ان کے بیان میں "شرح" اور "نامعلوم مصنف" کا ذکر ہرگز نہ آتا۔

ہمارا قیاس یہ ہے کہ اس سلسلہ میں کحالہ کا حوالہ سہواً آگیا ہے۔ سزکین کا ماخذ دراصل سخاوی کی کتاب "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التاریخ" اور اس پر روزنتھال کا حاشیہ ہے۔ سخاوی نے لکھا ہے (ص ۵۳۱)

" ونظمها الفتح بن مسمار، والشهاب بن العماد الأقفهسي، والبقاعي، وشرح كلٌّ نظمه۔"

اس عبارت میں تین علماء کے نام مذکور ہیں جنھوں نے سیرت نبوی کو نظم کا جامہ پہنایا اور آخر میں اس کی صراحت ہے کہ ان میں سے ہر شخص نے اپنے منظومہ کی شرح بھی لکھی۔ موخر الذکر دو شخصیتیں تو معروف ہیں، لیکن پہلا نام تحقیق طلب ہے۔ روزنتھال نے اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ بظاہر اس سے مراد الفتح بن موسیٰ المتوفی ۶۶۳ھ/۱۲۶۴ء ہیں اور حوالہ بروکلمان وغیرہ کا دیا۔

اگر روزنتھال کا خیال درست ہے تو کتاب کے متن میں "مسمار" کا لفظ "حماد" کی تحریف ہے جو الفتح بن موسیٰ کے دادا کا نام ہے۔ لیکن کسی اور کتاب سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی کہ الفتح بن موسیٰ نے اپنے منظومہ کی شرح بھی لکھی تھی۔

۴۔ مقالہ نگار آگے مزید لکھتے ہیں: "ان کے علاوہ بھی ان دونوں کتابوں (یعنی خشنی کی شرح غریب السیرۃ اور سہیلی کی الروض الانف) کی شروح وحواشی اور مختصرات موجود ہیں۔

اس کے بعد مثال میں درج ذیل تین کتابوں کا ذکر کیا ہے:

بلوغ المرام من سیرۃ ابن ہشام والروض الانف والاعلام تالیف تقی الدین ابی بکر بن حجۃ الحموی (م ۸۳۷ھ)

زہر الروض تالیف شمس الدین محمد بن احمد الکفیری الدمشقی (م ۸۳۱ھ)

مختصر الروض الانف للسہیلی تالیف محمد بن ابی بکر بن جماعۃ (م ۸۱۹ھ)

ان تینوں کتابوں میں سے کوئی بھی ابوذر خشنی کی کتاب کی نہ شرح ہے نہ حاشیہ

نہ اختصار۔ مثال میں کم ازکم ایک کتاب تو ایسی ضرور ہونی چاہیئے تھی جو مقالہ نگار کے دعوے کا ثبوت ہوتی۔

(۱۹) خشنی اور سہیلی کی کتابوں اور ان کے متعلقات کے بعد ابن حزم کی جوامع السیرۃ کا ذکر ہے (ص ۲۸) پھر دوسرے صفحہ ۲۹ پر مقالہ نگار لکھتے ہیں:

"ابن حزم اندلسی نے ایک اور کتاب المرتبۃ الرابعۃ فی نسب رسول اللہ وسیرہ ومغازیہ بھی لکھی تھی جو ابھی تک مخطوطہ ہے (مکتبۃ الطاہر بن عاشور تونس اور برلین ۹۵۱۰)"

اس بیان کا ماخذ معجم المنجد: ص ۱۲۶ ہے۔ مگر کیا "المرتبۃ الرابعۃ" کسی مکمل کتاب کا کوئی معقول نام ہوسکتا ہے؟ آخر اس سے پہلے کے تین مراتب کیا ہوئے؟

جوامع السیرۃ چونکہ متداول کتاب ہے اس لیے فاضل مضمون نگار نے المنجد کے اس نوٹ پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جو انھوں نے جوامع السیرۃ پر لکھا ہے۔ یوں بھی وہ عجلت میں تھے اس لیے اتنا لکھ کر گزر گئے کہ "اس کے کئی مخطوطے محفوظ ہیں اور وہ کئی بار چھپ بھی چکی ہے"۔ المنجد نے ص ۱۰۶ پر جوامع السیرۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ تونس میں اسی کا ایک مخطوطہ "المرتبۃ الرابعۃ ...." کے نام سے محفوظ ہے لیکن ص ۱۲۶ پر جب "المرتبۃ الرابعۃ..." کے نام سے کتاب کا ذکر کیا تو یہ وضاحت کرنا بھول گئے کہ یہ جوامع السیرۃ ہی کا ایک نسخہ ہے۔ مقالہ نگار کو اسی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوگئی کہ یہ کوئی اور کتاب ہے۔

المنجد نے جامع الزیتونہ تونس کے اس نسخہ کا ذکر ابن حزم کی کتاب امہات الخلفاء کے مقدمہ میں بھی کیا ہے اور اپنا یہ رجحان ظاہر کیا ہے کہ یہ کتاب جو "جوامع السیرۃ" کے نام سے قاہرہ سے ۱۹۵۶ء میں چھپی وہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ تاریخ پر ابن حزم کی ضخیم کتاب (جو مفقود ہے) "الامامۃ والخلافۃ ومراتبہا" کا حصہ ہے۔

المنجد نے "جوامع السیرۃ" کے نام کو محققین کتاب کی "اختراع" قرار دیا ہے (اخترعه المحققان) یہ بات قطعاً غلط ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ جوامع السیرۃ: ۱۵

(۲۰) ص ۲۸ پر ابن سید الناس کی عیون الاثر کی شروح وحواشی میں خود ان کے اختصار "نور العیون" کے علاوہ ۹ "اہم ترین کتب" میں پہلی اور دوسری کتاب کا ذکر اس طرح ہے۔

"(۱) یوسف بن عبدالہادی الصالحی الدمشقی (م ۹۰۹ھ) کی الاقتباس لحل مشاکل

سیرۃ ابن سید الناس (مخطوطہ ظاہریہ مجموع ۸ ۱/۵)

(۲) محمد بن احمد بن عبدالہادی الصالحی الدمشقی (م ۷۴۴ھ) اقتباس الاقتباس لحل مشکل سیرۃ ابن سید الناس مطبوعہ قاہرہ ۱۹۳۷ء (المقدسی)"

۱۔ "مشاکل" کا لفظ المنجد کی کتاب (ص ۱۰۳) میں طباعت کی غلطی ہے۔ مقالہ نگار نے یہ نام اسی غلط صورت میں نقل کر لیا۔ صحیح لفظ "مشکل" ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست ظاہریہ تاریخ ص۲۲ اور ایضاح المکنون ۱: ۱۱۰۔

۲۔ دونوں کتابوں کے بارے میں مضمون نگار نے جو معلومات لکھی ہے وہ معجم المنجد سے ماخوذ ہے۔ جہاں تک پہلی کتاب کا تعلق ہے اس کا مخطوطہ جیسا کہ مضمون نگار نے حوالہ دیا ہے۔ ظاہریہ میں محفوظ ہے اور اس کے مصنف مشہور حنبلی فقیہ اور کثیر التصانیف عالم جمال الدین ابن عبدالہادی ہیں جو ابن المبرد کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

کتاب کا نام "الاقتباس" اور ابن المبرد کی جانب اس کی نسبت دونوں معروف ہیں۔ لیکن اس کے برعکس موخر الذکر کتاب کا نام اور مصنف مذکور کی جانب اس کی نسبت دونوں سراسر غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ "اقتباس الاقتباس" کے نام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب مقدم الذکر "الاقتباس" کی تلخیص ہوگی مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ صاحب تلخیص اصل کتاب کے مصنف سے تقریباً سو سال پہلے گزر چکا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ حسام الدین القدسی (مضمون میں المقدسی نقل یا کتابت کا سہو ہے) نے ۱۹۳۷ء میں عیون الاثر شائع کی تو کتاب الاقتباس کی مدد سے اس پر کہیں کہیں بعض حواشی لکھے اور سرورق پر عیون الاثر کے نام کے بعد یہ عبارت لکھ دی: "ومعه اقتباس الاقتباس لحل مشكل سيرة ابن سيد الناس لابن عبد الهادی" یہی عبارت غلط فہمی کا موجب بنی۔ اس میں "اقتباس" اول سے مراد وہ حواشی ہیں جو کتاب الاقتباس سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ آخر میں یہ تصریح موجود ہے۔ (۲: ۳۵۰):۔

والحواشي التي علقتها مقتبسة من (الاقتباس لحل مشكل سيرة ابن سيد الناس للجمال ابن عبد الهادی)

اس عبارت میں کتاب کا نام قوسین کے اندر لکھا ہے اور مصنف کے لقب "الجمال" یعنی جمال الدین کی صراحت کی ہے۔ اس طرح دونوں پہلوؤں سے غلط فہمی

سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر اس کے باوجود کسی نے سرورق سے کتاب کا نام "اقتباس الاقتباس" نقل کر کے اسے ایک اور ابن الہادی کی جانب منسوب کر دیا اور یہ غلطی چل پڑی۔ اس طرح ایک نئی کتاب وجود میں آگئی اور امام ابن تیمیہ کے نابغہ شاگرد شمس الدین ابن عبدالہادی مقدسی کی فہرست تصنیفات میں شامل ہو گئی اور اس سے بھی بڑھ کر فاضل مقالہ نگار کے نزدیک اس کا شمار "اہم ترین کتب" میں ہو گیا۔

گمان غالب یہ ہے کہ اس غلطی کا اصل ماخذ المنجد کے مراجع میں مذکور یہ کتاب ہے:
"الکتب العربیة التی نشرت فی ج ع م بین سنة ۱۹۲۶-۱۹۴۰" مصنف کا نام المنجد نے "عائدہ نصار" لکھا ہے۔ یہ کتاب ذخائر التراث کے مراجع میں بھی شامل ہے۔ اس میں نام "عائدہ ابراہیم نصیر" ہے۔ "اقتباس الاقتباس" کے سلسلہ میں صاحب ذخائر نے بھی وہی غلطی کی ہے جو المنجد نے کی۔

(۲۱) ص ۲۹ پر عیون الاثر کی شرحوں میں ایک اور کتاب کے بارے میں لکھا ہے:
"ابراہیم بن محمد بن خلیل (م ۸۴۱ھ) ابن العجمی کی شرح کا نام "نور النبراس فی شرح سیرۃ ابن سید الناس جو مختلف مخطوطات کی شکل میں ہونے کے علاوہ چھپ بھی چکی ہے..."
کتابیات میں بھی یہ کتاب شامل ہے مگر اس طرح (ص ۷۱):
"ابن العجمی، ابراہیم بن محمد ۸۴۱ھ (نور النبراس فی شرح سیرۃ ابن سید الناس)"
مقام اشاعت کا ذکر نہ یہاں ہے نہ وہاں! مصنف اور ان کے والد دونوں "سبط ابن العجمی" سے مشہور ہیں۔ المنجد نے بھی جن کی معلومات مطبوعہ کتب کے سلسلہ میں وسیع ہیں ص ۱۲ پر اس کتاب کے صرف مخطوطات ہی کا ذکر کیا ہے۔ کسی اور ذریعہ سے بھی اس کی طباعت کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ کم از کم کتابیات میں فاضل مقالہ نگار نے اگر مکمل حوالہ دے دیا ہوتا تو یہ تشنگی باقی نہ رہتی۔

(۲۲) اسی ص ۲۹ پر لکھا ہے:
"....اسی طرح محی الدین ابن عربی کی ایک اور کتاب سیرت محاضرات الابرار ومسامرات الاخیار ہے جو کئی بار مصر سے چھپ چکی ہے۔ آخری طباعت ۱۹۷۲ء کی ہے۔"
اس کتاب کا یہ نام اور اس کی آخری طباعت کی تاریخ دونوں معجم المنجد ص ۱۲۴ سے ماخوذ ہیں۔ "کتاب سیرت" کا اضافہ مقالہ نگار نے کیا ہے اس لیے کہ المنجد نے اس کتاب

کا ذکر "السیرۃ النبویۃ" کے عنوان کے تحت کیا ہے۔

۱۔ کتاب کا صحیح نام محاضرۃ الابرار ومسامرۃ الاخیار ہے۔ المنجد کی معجم میں جمع کا صیغہ طبات کی غلطی ہے۔

۲۔ اس کتاب کا موضوع سیرت نہیں ہے بلکہ کشکول کے طرز پر اخبار ومحاضرات کی کتاب ہے۔ کتاب کے نام اور اس کے مضامین کے لیے مقدمہ کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"... فإني أودعت في هذا الكتب الذي سميته محاضرة الابرار ومسامرة الاخيار ضروبا من الآداب وفنونا من المواعظ والأمثال والحكايات النادرة والاخبار السائرة، وسير الأولين من الأنبياء والأمم واخبار الملوك والعجم، ومكارم الاخلاق، ونبذا من الأنساب، وحكايات مضحكة..." (ص ۲)

المنجد نے سیرت کی کتابوں میں اس کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ کتاب کے شروع میں (ص ۲۵-۶۲) ایک "مجلس" سیرت نبوی پر مشتمل ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ مقالہ کی کتابیات میں بھی یہ کتاب اسی غلط نام سے مذکور ہے اور اس کے اسی آخری ایڈیشن کا حوالہ ہے۔ کتاب کو دیکھ لینے کے بعد نام کی غلطی بھی دور ہو جانی چاہئے تھی اور کتاب سیرت ہونے کی غلط فہمی بھی۔

(۲۳) ص ۳۰ پر لکھتے ہیں: "حافظ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے اپنی جامع سیرت کا ایک اختصار المغازی کے عنوان سے بھی تیار کیا تھا جو غالباً مخطوطہ ہی ہے۔"

اس بیان کا ماخذ معجم المنجد ص ۱۳۶ کی یہ عبارت ہے جو "المغازی" کے عنوان کے تحت اس کتاب میں درج ہے:

المغازي - يوسف بن عبد الله ابن عبد البر القرطبي (- ۴۶۳ م)
هو اختصار المغازي والسير

آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ "المغازی" ابن عبدالبر کی کوئی نئی کتاب نہیں ہے بلکہ ان کی معروف کتاب "الدرر فی اختصار المغازی والسیر" ہے جس کا ذکر ص ۱۱۰ پر گذر چکا ہے۔

فاضل مقالہ نگار کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ المنجد کہنا چاہتے ہیں کہ "المغازی" کے نام سے ابن عبدالبر نے اپنی جامع سیرت یعنی الدرر فی اختصار المغازی والسیر کا اختصار کیا تھا۔ چونکہ اس نام کی کوئی کتاب چھپی نہیں اور المنجد نے یہاں اس کے کسی مخطوطہ کا ذکر بھی نہیں کیا اس

لیے انھوں نے یہ لکھ دیا کہ "غالباً مخطوطہ ہی ہے"!

(۲۴) اس کے بعد ہی لکھا ہے: "غالباً واقدی اور بلاذری کی اتباع میں عبدالرحمٰن بن محمد بن حبیش اندلسی (م ۵۸۴ھ) نے الغزوات والفتوح کے عنوان سے اپنا مخطوطہ چھوڑا ہے"

۱۔ پہلے امام ابن حبیش کی تاریخ وفات درست کر لی جائے جو ۵۸۴ھ ہے۔

۲۔ ابن حبیش نے اپنی کتاب کا نام "الغزوات" واقدی صاحب مغازی کی اتباع میں اور "الفتوح" بلاذری صاحب فتوح البلدان کی اتباع میں رکھا اس بات کی ضرورت اور معنویت سمجھ میں نہیں آئی۔ خود واقدی (۲۰۷ھ) نے کیا "الفتوح" کے عنوان سے کتابیں نہیں لکھیں؟ ان کے علاوہ سیف بن عمر الاسدی (۲۰۰ھ)، ابوالحسن المدائنی (۲۲۵ھ) اور ابن عبدالحکم (۲۵۷ھ) وغیرہ نے "فتوح" کے عنوان سے کتابیں تصنیف کیں۔ بلاذری (۲۷۹ھ) تو ان سب سے متاخر ہیں۔

۳۔ "الغزوات والفتوح" کتاب کا اصل نام نہیں ہے بلکہ اس کا اختصار ہے۔ اصل نام جیسا کہ کحالہ (۵: ۱۸۲) نے لکھا ہے یہ ہے: الغزوات الضامنة الكافلة والفتوح الجامعة الحافلة۔ ابن حبیش کے حالات میں اسی کتاب کو صرف "المغازی" کے نام کے نام سے بھی ذکر کرتے ہیں۔ سیر اعلام النبلاء ۲۱: ۲۰۱ میں ذہبی لکھتے ہیں: "وله كتاب المغازي في خمس مجلدات"

۴۔ المنجدؔ نے معجم میں یہ اطلاع بھی دی ہے کہ ان کے پاس اس کتاب کا ایک نسخہ موجود ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے معلوم نہیں کیوں اس کا حوالہ نہیں دیا۔ کورکیس عوّاد نے "مصادر التراث العسكری عند العرب" (۲: ۳۷۶) میں اس کتاب کے کئی مخطوطات کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ عبدالمنعم مختار کی تحقیق سے قاہرہ میں چھپ چکی ہے۔ مگر تاریخ طباعت کا ذکر نہیں کیا۔ گذشتہ دنوں معلوم ہوا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ایک طالب علم طلال بن سعود الدعجانی نے ایم اے کے تحقیقی مقالہ کے طور پر اس کتاب کی تحقیق مکمل کر لی ہے۔

(۲۵) اسی صفحہ ۲۸ کے آخر میں مولد نبوی پر درج ذیل دو کتابوں کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے کہ ان کے مخطوطے برلن میں محفوظ ہیں:

۱۔ ابن دحیہ کلبی کی التنویر فی مولد السراج المنیر (مخطوطہ برلن ۱/۹۵۴۷)

۲۔ احمد بن علی غرناطی کی ظل الغمامہ فی مولد سید تہامہ (مخطوطہ برلن ۲/ ۹۵۴۷)
ان معلومات کا ماخذ المنجد کی معجم: ۲۳، ۲۶ ہے۔ دوسری کتاب کے نام میں پہلا لفظ معجم میں "ظل" (طائے مہملہ سے) ہے، اور وہی درست ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں کتب خانۂ برلن میں موجود نہیں۔ المنجد کو — جیسا کہ ہم شروع میں واضح کر چکے ہیں — فہرست برلن کے نہج سے ناواقفیت کی بنا پر یہ غلط فہمی ہوئی۔ مولد نبوی پر جو مخطوطات برلن میں محفوظ تھے ان کا تذکرہ (از نمبر ۹۵۱۷ تا نمبر ۹۵۴۶) کرنے کے بعد آلوردنے نمبر ۹۵۴۷ کے تحت اس موضوع پر ۲۲ ایسی کتابوں کے نام لکھ دئیے ہیں جو برلن میں نہیں تھیں۔ اس فہرست میں پہلی کتاب "التنویر" ہے اور دوسری "ظل الغمامۃ" ملاحظہ ہو فہرست برلن ۹: ۱۲۸۔

(۲۶) ص ۱۳۱ پر ابن دحیہ کلبی کی ایک اور کتاب "المستوفی فی اسماء المصطفی" کا ذکر ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اس کے مخطوطہ کے لیے "برلن ۱۱۴" کا حوالہ دیا ہے۔ پھر ایک سطر کے بعد لکھا ہے: "ابن دحیہ نے اپنی کتاب کی ایک شرح اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے کی تھی جس کا حوالہ ابن المقری نے دیا ہے (نفح الطیب ۲: ۳۰۶)"

۱۔ اولاً المنجد نے صفحہ ۳۹ پر "المستوفی" کے لیے فہرست برلن کے ص ۱۱۴ کا حوالہ دیا ہے نہ کہ مخطوطہ کے نمبر کا جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ برلن میں اس کا مخطوطہ موجود نہیں۔ یہاں بھی المنجد کو غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ برلن کا حوالہ نہ دیتے۔ نیز صفحہ کا حوالہ دیا اور جلد کا ذکر نہیں کیا۔ کتب سیرت و تاریخ کا تذکرہ اس فہرست کی نویں جلد میں ہے۔

۲۔ المنجد نے ص ۴۷ پر "اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعمر بن الحسن ابن دحیۃ الکلبی" کے بعد یہ وضاحت کر دی ہے کہ "وہو المستوفی" یعنی "اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور "المستوفی" ایک ہی کتاب ہے۔ اصل نام "المستوفی فی اسماء المصطفی" ہے جیسا کہ ص ۳۹ پر مذکور ہے۔ نفح الطیب میں "شرح اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" سے بھی یہی کتاب مراد ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۶: ۵۵۸) میں اس کو "الاسماء النبویۃ" کے نام سے ذکر کیا ہے۔

(۲۷) اسی مقام پر "المستوفی" کی ایک تلخیص کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:
"....ایک تلخیص محمد بن عبد الدائم الملیق (م ۷۹۷ھ) نے اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے عنوان سے کی تھی (مخطوطہ برلن مجموعہ ۹۵۱۶)"۔

۱۔ اس بیان کا ماخذ معجم المنجد ص ۲۷ ہے۔ صاحب تلخیص کا نام المنجد نے ابن المُلَیق لکھا ہے۔ اور اسے باقاعدہ اسی طرح ضبط کیا ہے (یعنی بضم المیم وفتح اللام وبعدہا یاء ساکنۃ) گویا ان کے نزدیک فہرست برلن میں درج تلفظ "المیلق" غلط ہے۔ حالانکہ وہی درست ہے۔ یہ لفظ "طفیل" کے وزن پر نہیں بلکہ "مذہب" کے وزن پر ہے اور حرف الیاء، لام سے پہلے ہے۔ یعنی المَیْلَق مصنف کی اصل شہرت "ابن بنت المیلق" سے ہے اختصار کے طور پر ابن المیلق بھی کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے الدرر الکامنۃ (۴: ۱۱۴) میں ان کے حالات لکھے ہیں۔ المیلق کے تلفظ کے لیے ملاحظہ ہو تاج العروس (الق ۶: ۲۸۱)

۲۔ اس کتاب کے سلسلہ میں بھی مخطوطہ برلن کا ذکر المنجد کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ونسب پر ۶ مخطوطات (۹۵۱۰ ـ ۹۵۱۵) کا ذکر کرنے کے بعد نمبر ۹۵۱۶ کے تحت آلوردنے ۱۶ کتابوں کے نام لکھے ہیں جو برلن میں موجود نہیں۔ ان میں ۸ پر المستوفی اور نمبر ۱۲ پر ابن بنت المیلق کی اسماء النبی کا ذکر ہے۔

(۲۸) اسی صفحہ ۳۰ پر "خاص آپ کے نسب شریف پر جو کتابیں اندلسی علماء نے لکھی ہیں ان میں دوسری کتابوں کے ساتھ "امام رشاطی کی اقتباس الانوار اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن الازدی الاشبیلی کا مختصر اقتباس الانوار (مخطوطے ازہر مصطلح (۱۳۲) ۱۵-۹، دارالکتب ۱۹۵، ح وغیرہ)" کو بھی شمار کیا ہے۔

۱۔ اب اسی کتاب کے بارے میں فاضل مقالہ نگار کے دوسرے بیانات ملاحظہ فرمائیے:

(الف) حصہ اول میں بغیۃ الملتمس میں مذکور کتب سیرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ص ۲۳):-

"ابو محمد الرشاطی کی نسب صحابہ وغیرہ پر ایک کتاب اقتباس الانوار"

(ب) اسی حصہ میں معجم ابن الابار کے تذکرہ میں (ص ۲۴):-

"عبداللہ بن علی الرشاطی کی اقتباس الانوار والتماس الازہار فی اسماء الصحابۃ و رواۃ الامصار"۔

(ج) حصہ دوم میں آگے صحابہ کرام کی سوانح پر اندلسی سیرت نگاروں کے کارناموں

میں الاستیعاب وغیرہ کے علاوہ اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ۳۳) :-

"اس موضوع پر ایک عظیم کتاب امام رشاطی عبداللہ بن علی (م ۵۶۶ھ) کی اقتباس الانوار والتماس الازہار فی انساب الصحابہ ورواۃ الآثار تھی جس کا اختصار مختصر اقتباس الانوار مولفہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الازدی الاشبیلی ہم تک مخطوطہ کی شکل میں ہی پہنچ سکا ہے۔

ان بیانات کو پڑھنے کے بعد کیا اس کتاب کا موضوع "خاص نسب نبوی" قرار دیا جا سکتا ہے؟ کتاب کے نام میں جو بہت واضح ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تک نہیں۔ کتاب کا اصل موضوع صحابہ اور رواۃ حدیث کا نسب بیان کرنا ہے۔ پھر اس کتاب میں ابن حزم کی جمہرۃ الانساب کی طرح شجرۂ نسب نہیں بیان کیا گیا ہے بلکہ سمعانی کی کتاب الانساب اور ابن الاثیر کی لباب کی مانند یہ کتاب نسبتوں پر مرتب ہے خواہ یہ کسی قبیلہ کی جانب ہوں یا کسی مقام کی طرف۔ مثلاً الابلی، البلنسی، الباقلانی، الکلبی، المازنی، الیمانی .... یہ عظیم الشان کتاب جو عیون الاثر اور الاصابہ خاص مراجع میں سے تھی اس وقت ناپید ہے۔ اس کے صرف تین ٹکڑے خزانۃ القرویین (فاس) میں محفوظ ہیں۔

اس کتاب کی تلخیص متعدد علماء نے کی تھی جن میں سے درج ذیل کے مختصرات اس وقت معروف ہیں۔

۱۔ مختصر عبدالحق الاشبیلی (۵۸۱ھ)
۲۔ مختصر محمد بن محمد الخیضری (۸۲۱ھ)
۳۔ مختصر الفاسی

اس آخری کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کتاب کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت سے کیا گیا تھا اور اس کا موقع آپ کی بعض نسبتوں مثلاً "ابطحی" اور "امی" وغیرہ سے پیدا کیا گیا۔

المنجد نے اقتباس الانوار کا ذکر تو "الصحابۃ والخلفاء الراشدون" کے عنوان کے تحت کیا ہے (ص ۴۴) مگر اس کے مختصر کو "نسب الرسول" میں ذکر کیا (ص ۴۵) مقالہ نگار کو اسی سے غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے خود اپنے دوسرے صحیح بیانات پر غور کرنے کے بجائے کتاب اور اس کے مختصر دونوں کا موضوع "خاص آپ کا نسب شریف" لکھ دیا۔ ابن عبدالبر کی "الاستیعاب" اور ابن الاثیر کی اسد الغابہ دونوں کے شروع میں تبرک کے طور پر سیرت نبوی

پر ایک فصل ہے۔ مگر اس کی بنیاد پر ان دونوں کتابوں کو "خاص سیرت نبوی" کی کتاب کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

۲۔ مختصر اقتباس الانوار اور اس کے مخطوطات کا حوالہ مقالہ نگار نے معجم المنجد ص۴۵ سے لیا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(الف) مختصر اقتباس الانوار کے مولف عبداللہ بن عبدالرحمٰن الازدی الاشبیلی ہیں۔

(ب) ازہر اور دارالکتب دونوں کے مخطوطے اشبیلی کی اسی کتاب کے ہیں:

یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ مصنف مذکور کا صحیح نام عبدالحق ہے اور ان کے مختصر کا ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے جو ازہر میں محفوظ ہے۔ سرورق کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے صرف "عبد" باقی رہ گیا اس لیے معہد المخطوطات کی فہرست میں اسے غلطی سے عبداللہ درج کر دیا گیا۔ حالانکہ حصہ اول کے آخر میں (اختصار الحافظ ابی محمد عبدالحق" صاف لکھا ہے۔ عبدالحق اندلس کے جلیل القدر علمائے حدیث میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی تصنیفات میں اس مختصر کا ذکر نمایاں طور پر کیا جاتا ہے۔ یہ مختصر دو حصوں میں ہے۔ حصہ اول ۸۳ اوراق میں اور حصہ دوم ۲۵۲ اوراق میں۔

دارالکتب المصریہ میں ۱۶۵ ، ح کے تحت جو مختصر موجود ہے اس کا اشبیلی سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح اس کے مولف اسماعیل بن ابراہیم بلبیسی (۸۰۲ھ) بھی نہیں ہیں جن کا نام کسی نے بعد میں مخطوطہ کے سرورق پر لکھ دیا ہے اور اسی کے مطابق دارالکتب کی فہرست میں بھی اندراج کر دیا گیا۔ اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کسی نے کتاب کا نام پہلے "قبس الانوار" لکھ دیا تھا جو بلبیسی کی تصنیف ہے چنانچہ دوسرے شخص نے بلبیسی کے نام کا اضافہ کر دیا۔ بلبیسی کی تصنیف ناپید ہے۔ دارالکتب المصریہ کے نسخہ میں حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) اور صاحب نفح الطیب (۱۰۴۱ھ) کے حوالے ملتے ہیں اور موخرالذکر کو اپنے شیوخ کا شیخ لکھا ہے۔ چنانچہ کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ "لعلہ اختصار .... الفاسی دفین البقیع المتوفی ۱۱۶۶ھ" یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ مختصر بارہویں صدی ہجری کے اسی مولف کے قلم سے ہو۔

رشاطی کی کتاب اور اس کے مختصرات کے بارے میں یہ چند ضروری باتیں کتب انساب اور جغرافیہ عرب کے جلیل القدر سعودی عالم استاذ حمد الجاسر کے مقالہ "انساب

الرشاطی ومختصرانہ" سے ماخوذ ہیں اور صرف فائدہ کی غرض سے حسب موقع پیش کر دی گئی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے اصل مضمون دیکھیں: مجلۃ مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق جلد ۶۶ شمارہ ۴ (اکتوبر ۱۹۹۱ء) : ص ۶۱۱ - ۶۴۵۔

(۲۹) رشاطی کی کتاب مذکور کے بعد نسب رسول پر حافظ ابن ابی الخصال الغافقی (م ۵۴۰ھ) کی ایک کتاب کا نام اس طرح لکھا ہے:

"منہاج المناقب ومعراج الحاسب الثاقب فی نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور "مخطوطہ اسکوریال ۱/۴۰۴" کا حوالہ دیا ہے۔

المنجد نے ص ۵۴ پر یہ نام اسی طرح لکھا ہے جو یقیناً طباعت کی غلطی ہے۔ صحیح لفظ "الحاسب کے بجائے "الحسب" ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست اسکوریال ۱ : ۲۶۷۔ بروکلمان (عربی ترجمہ ۶ : ۲۶۵) نے اسکوریال کے ساتھ برٹش میوزیم کے ایک نسخہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ قدیم مراجع میں دیکھئے: فہرست ابن خیر: ۴۲۰، ۵۱۵، معجم ابن الابار: ۱۴۶۔ کتاب کے نام میں ایک بات اور قابل توجہ یہ ہے کہ مذکورہ دونوں قدیم مآخذ اور برٹش میوزیم کے نسخہ میں کتاب کا نام "معراج المناقب ومنہاج الحسب" ہے جبکہ اسکوریال کے نسخہ میں "منہاج المناقب ومعراج الحسب ..." ہے جو شائد کاتب کی غلطی ہو۔ ابن خیر اور ابن الابار دونوں نے صراحت کی ہے کہ یہ کتاب دراصل ایک بائیہ قصیدہ ہے۔ اسکوریال اور برٹش میوزیم دونوں کی فہرستوں میں قصیدہ کا یہ مطلع درج ہے:

إليكَ فَهمّي والفؤاد بيثرِبِ وإن عاقني عن مطلع الوحي مَغرِبي

(۳۰) ص ۳۲ پر دلائل النبوۃ کے اندلسی مصنفین میں "حافظ ابن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد (م ۲۸۱ھ)" کو بھی شمار کیا گیا ہے جبکہ وہ عراقی ہیں اور ان کے حالات میں عراق سے باہر کسی سفر کا (سفر حج کے سوا) ذکر نہیں ملتا۔ ملاحظہ ہو مقدمہ منازل الاشراف: ۵ - ۷

(۳۱) سیر الصحابہ پر اندلسی سیرت نگاروں کے کارناموں میں "الاستیعاب" کا ذکر کرنے کے بعد مقالہ نگار لکھتے ہیں:

"اس کے علاوہ دو اہم کتابیں اپنے اپنے زمانے میں کافی مشہور ومقبول تھیں۔ اول ابن حزم (م ۴۵۶ھ) کی اسماء الصحابۃ الرواۃ عن النبی کا مخطوطہ دار الکتب المصریہ (۲۵م مصطلح) میں موجود ہے جبکہ دوم محدث بقی بن مخلد اندلسی (م ۲۷۶ھ) کی اہم کتاب اسماء الصحابۃ و

عدد ما رووا من احادیث کا ایک مخطوط معہد المخطوطات ۱۸۰ آتاریخ میں محفوظ ہے"۔ (ص ۳۳)

یہ دونوں حوالے معجم المنجد ص ۱۴۳ سے ماخوذ ہیں۔ ابن حزم کا رسالہ "جوامع السیرۃ" کے ساتھ ڈاکٹر احسان عباس اور ڈاکٹر ناصر الدین الاسد کی تحقیق سے ۱۹۵۶ء میں چھپ گیا تھا۔ بقی بن مخلد کے جس رسالے کا ذکر ان کی "اہم کتاب" کی حیثیت سے کیا گیا ہے وہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ ان کی مشہور اور مفقود مسند کا مقدمہ ہے۔ یہ مقدمہ بھی اصل صورت میں موجود نہیں۔ اس کا جو مخطوطہ ہم تک پہنچا ہے وہ ابن حزم کا مرتب کیا ہوا ہے۔ کتب خانہ ظاہریہ میں اس کا جو قدیم اور مستند نسخہ محفوظ ہے اور جس کی بنیاد پر ۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے اس کا نفیس اور محققانہ ایڈیشن شائع کیا ہے اس کے شروع میں کتاب کا نام اس طرح لکھا ہے:

"تسمية ما ذكره ابو عبد الرحمن بقى بن مخلد رحمه الله فى مسنده من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم"

اس کے بعد بقی بن مخلد تک اپنی سند مکمل کرنے کے بعد لکھا: "قال ابو محمد: ثم رتبناه نحن" حافظ ابن حجر نے کتاب الاصابہ میں ابن حزم کے اسی مرتبہ نسخہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو محمد بن عمرو بن علقمہ کا ترجمہ ۳: ۴۹۰ (جزء الصحابة الذين اخرج لهم بقى بن مخلد ترتيب ابن حزم) ابن حزم کے نام سے جو رسالہ شائع ہوا ہے وہ بعض عنوانات کے معمولی فرق کے ساتھ اسی مقدمہ کا دوسرا نسخہ ہے۔

(باقی آئندہ)

مشترک خاندانی نظام اور اسلام : مولانا سلطان احمد اصلاحی

مشترک خاندانی نظام ہندوستان اور تیسری دنیا کے ملکوں کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس رسالہ میں ایک طرف اس نظام کے نقائص تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور دوسری طرف اسلام کے مطلوبہ خاندانی نظام کے خدوخال اس کے مستند ماخذ کی روشنی میں دلائل کے ساتھ واضح کیے گئے [illegible] ایڈیشن کافی حذف و اضافہ کے بعد

آفسیٹ کی حسین طباعت [illegible]

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی [illegible] علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱